الفاظِ طلاق سے متعلقہ اُصولوں کی تفہیم وتشریح

(دسویں قسط) مفتی شعیب عالم

مباحث گزشتہ کا خلاصہ

گزشتہ سطور میں اکابر کی تحقیقات ہم ملاحظہ کرچکے، اگر ان تحریرات کے ساتھ دیگر اکابر اہل فتویٰ کے فتاویٰ جات بھی سامنے رکھے جائیں تو مجموعی حیثیت سے اضافت کے مسئلے کی چند صورتیں نکلتی ہیں، اضافت کے مسئلے کو صورتوں پر تقسیم کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ مسئلے کا فہم وضبط آسان ہوجاتا ہے اور ہر جزئیہ اپنی جگہ درست معلوم ہوتا ہے۔

پہلی صورت:

اگر شوہر نے طلاق کی نسبت بیوی کی طرف نہ کی ہو، مگر وہ اپنی نیت بیوی کو طلاق دینے کی بیان کرتا ہے تو نیت کی وجہ سے اضافت موجود تسلیم کی جائے گی اور طلاق واقع ہوگی:

''...عدم وقوع آں وقت است کہ ارادۂ طلاق زن نہ باشد، نہ عرف جاری باشد۔''(۱)

''وقوع طلاق کی اضافت لفظی ضروری نہیں، بلکہ اضافت معنوی بھی کافی ہوجاتی ہے، اضافتِ معنویہ کے لیے نیت یا عرف دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔''(۲)

امداد الفتاویٰ کا جو مفصل اقتباس ماقبل میں گزرا، اس میں مذکور ہے کہ اضافت کا تحقق نیت سے بھی ہوتا ہے: ''دوم: نیت کمافی قولہ عینت امرأتی۔'' امداد الفتاویٰ میں ایک اور فتویٰ درج ہے، جس کا عنوان ہے: ''وقوع طلاق بلا تصریح اسم وبلا خطاب زوجہ'' اور جواب میں ذکر ہے کہ ''چونکہ دل میں اپنی ہی منکوحہ کو طلاق دینے کا قصد تھا، لہٰذا تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔(۳)

''...اس نے طلاق کی نسبت اور اضافت اپنی بیوی کی طرف نہیں کی اور نہ اس کا نام لیا، نہ اشارہ کیا اور اس کی غرض بھی اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی نہ تھی، لہٰذا اس صورت میں اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔''(۴)

''....ہرگاہ زید نگفتہ است کہ ازیں لفظ طلاق طلاق، زوجہ ام مراد نیست، زوجہ اش مطلقہ

شود بدو طلاق، وہرگاہ بعد ازاں دراں مجلس یا مجلس دیگر گفتہ کلمات .... ازیں لفظ یک طلاق بائنہ برزوجہ اش واقع شد...،،(۵)

دوسری صورت:

تمام اردو اور عربی فتاویٰ اس پر متفق ہیں کہ اگر لفظوں میں اضافت ہو تو وقوعِ طلاق میں کوئی شک وشبہ نہیں، مثلاً: شوہر اپنی بیوی کا نام لے یا اس کا نسب یا کنیت یا لقب یا عرفیت ذکر کرے:

’’...لو ذكر اسمها أو اسم أبيها أواسم أمها أو ولدها، فقال :عمرة طالق أوبنت فلان أو بنت فلانة أو أم فلان، فقد صرحو بأنها تطلق.‘‘ ـ(۶)

تیسری صورت:

تیسری صورت یہ ہے کہ شوہر کے کلام میں تو بیوی کی طرف اضافت نہ ہو، مگر اس کا کلام کسی ایسی بات کے جواب میں ہو جس میں اضافت مذکور ہو تو اصول فقہ کے قاعدے اور زبان کے محاورے کے تحت اضافت موجود مانی جائے گی، کیوں کہ یہ اصولی قاعدہ ہے کہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے اور عرف عام میں ایک ’’ہاں‘‘ یا ’’نا‘‘ کو لمبی چوڑی تقریر کا جواب سمجھا جاتا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’وفي الخانية: قالت له: طلقني ثلاثا فقال فعلت، أو قال طلقت وقعن.... ان طلقني أمر بالتطليق، وقوله طلقت تطليق فصح جوابا، والجواب يتضمن إعادة مافي السؤال ـ‘‘(۷)

امداد الفتاویٰ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ:

’’سوم: اضافت در کلام سائل کما في قوله ’’دادم‘‘ في جواب قولها ’’مرا طلاق دہ‘‘ ولہٰذا ثلث واقع شود لتكرارها ثلاثا ـ‘‘ کفایت المفتی میں بھی اس مضمون کا فتویٰ مذکور ہے:

’’سوال: زید نے اپنی منکوحہ کے بارے میں بحالت غصہ زبان سے تین طلاق کا لفظ نکالا، بلا اضافت کسی کے، زید نے جو تین طلاق کا لفظ زبان سے نکالا تو زید کے دل میں کچھ بھی نہیں تھا؟

جواب: اگر زید نے زبان سے صرف یہ لفظ نکالا تین طلاق، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تو ظاہر ہے کہ اس میں اضافت طلاق نہیں ہے، لیکن اگر یہ لفظ سوال کے جواب میں کہے ہوں، مثلاً: زوجہ یا اس کے کسی ولی یا رشتہ دار نے زید سے کہا کہ اپنی زوجہ کو طلاق دے دو اور زید نے کہا کہ تین طلاق تو اس صورت میں قرینہ حالیہ اضافت الی المنکوحہ کے ثبوت کے لیے کافی ہوگا اور قاضی طلاق کا حکم کرے گا ......اب چونکہ مجلس قضا کا وجود بھی نہیں ہے، اس لیے حکم دیانت یہ ہے کہ زید کو کہا جائے گا کہ اگر تو نے اپنی بیوی کو یہ لفظ کہا تھا تو طلاق مغلظہ ہوگئی اور اگر بیوی کو نہیں کہا تھا تو طلاق نہیں ہوئی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور لوگوں کے اطمینان کے لیے اس سے حلف لیا جائے گا، اگر وہ حلف سے کہہ دے کہ میں نے بیوی کو تین طلاق نہیں کہا تھا تو لوگوں کو بھی اس کے تعلق زن شوئی سے تعرض نہیں کرنا چاہیے.....‘‘

درج ذیل جزئیات میں وقوعِ طلاق کی وجہ یہ ہے کہ سوال میں اضافت موجود ہے:

’’لو قال:طالق، فقیل له: من عنیت ؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته۔‘‘(۸)

’’اگر شوہر نے کہا کہ طلاق ہے، اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کس کو؟ تو اس نے کہا کہ میری بیوی کو، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔‘‘

’’قالت: طلاق بدست تو است، مرا طلاق کن‘ فقال الزوج: ’’طلاق می کنم‘‘، وکرر ثلاثًا، طلقت ثلاثًا۔‘‘(۹)

’’بیوی نے کہا: ’’طلاق تیرے اختیار میں ہے، مجھے طلاق دے۔‘‘ تو جواب میں خاوند نے کہا: ’’میں طلاق دیتا ہوں‘‘ اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے تو تین طلاقیں بیوی کو پڑ گئیں۔‘‘

ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ مذکور ہے:

’’سئل شمس الائمة الأوزجندی عن امرأة قالت لزوجها لو کان الطلاق بیدی لطلقت نفسی ألف تطلیقة. فقال الزوج: ’’من هزاردادم‘‘ ولم یقل: ’’دادم ترا‘‘ قال: یقع الطلاق۔‘‘(۱۰)

ترجمہ:... شمس الائمہ سے سوال ہوا کہ ایک عورت نے کہا کہ اگر طلاق میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں اپنے آپ کو ہزار طلاقیں دے ڈالتی، جس کے جواب میں شوہر نے کہا کہ میں نے ہزار دے دیں اور یہ نہ کہا کہ تجھے دیں تو امام شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طلاق ہوگئی۔

بعض جزئیات میں شوہر کا کلام بیوی کے جواب میں ہے، مگر اس کے باوجود طلاق واقع نہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر صرف بیوی کے جواب پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ کوئی زائد بات کہہ جاتا ہے جس سے اس کا کلام بیوی کا جواب نہیں رہتا، بلکہ ابتدائی کلام بن جاتا ہے اور اضافت کی شرط مفقود ہونے سے طلاق بھی واقع نہیں ہوتی:

’’سئل نجم الدین عمن قالت له امرأته مرابرگ باتو باشیدن نیست، مرا طلاق ده، فقال الزوج: چوں تو روئے طلاق دادہ شد وقال لم أنو الطلاق هل یصدق ؟ قال: نعم، ووافقه فی هذا الجواب بعض الائمة۔‘‘(۱۱)

’’امام نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس سے اس کی بیوی نے کہا کہ میرا تمہارے ساتھ گزارہ نہیں ہوتا، مجھے طلاق دے دے، شوہر نے کہا: تیری جیسی شکل والی کو طلاق دی ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو کیا اس کی بات معتبر ہوگی؟ تو امام نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہاں! بعض ائمہ کا بھی یہی جواب ہے۔‘‘

چوتھی صورت:

یہ ہے کہ شوہر کے کلام میں اضافت مذکور ہو، نہ ہی اس کا کلام جواب کے طور پر ہو، لیکن عرف

www.banuri.edu.pk

میں وہ لفظ یا تعبیر طلاق کے لئے مخصوص ہو اور جب وہ لفظ بولا یا تعبیر اختیار کی جاتی ہو تو اس سے بیوی کو طلاق دینا ہی سمجھا جاتا ہو، جیسے: ''طلاق مجھ پر لازم ہوگی یا حرام مجھ پر لازم ہوگا''۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے جس رسالے کا پیچھے حوالہ گزر چکا ہے، وہ دراصل ایک ایسے سوال کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے کہ شوہر نے طلاق دی مگر بیوی کی طرف اضافت نہیں کی، حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے شوہر کے عرف کو بنیاد بناتے ہوئے لفظی اضافت کے بغیر بھی وقوعِ طلاق کا فتوی دیا۔ امداد الفتاویٰ میں بھی ہے کہ عرف ہو تو اضافت موجود مانی جائے گی۔ مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''....وقوعِ طلاق کے لیے اضافت لفظی ضروری نہیں، بلکہ اضافت معنوی بھی کافی ہو جاتی ہے، اضافتِ معنویہ کے لیے نیت یا عرف دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ آج کل عرف عام ہے کہ لوگ ان الفاظ سے بیویوں کو طلاق دیتے ہیں....حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں نیت اور عرف موجود ہیں، اس لیے اضافت معنویہ کا تحقق ہو گیا....''(۱۲)

شامی میں ہے:

''وسيذكر قريبا أن من الألفاظ المستعملة: الطلاق يلزمني، والحرام يلزمني، وعلي الطلاق، وعلي الحرام، فيقع بلا نية للعرف الخ، فأوقعوا به الطلاق مع أنه ليس فيه إضافة إليها صريحا، فهذا مؤيد لما في القنية، وظاهره أنه لا يصدق في أنه لم يرد امرأته للعرف، والله أعلم....وإنما كان ما ذكره صريحا، لأنه صار فاشيا في العرف استعماله في الطلاق، لا يعرفون من صيغ الطلاق غيره، ولا يحلف به إلا الرجال، وقد مر أن الصريح ما غلب في العرف استعماله في الطلاق، بحيث لا يستعمل عرفا إلا فيه من أي لغة كانت....''

ترجمہ: ''مصنف عنقریب بیان کریں گے کہ طلاق کے لیے مستعمل الفاظ میں سے یہ بھی ہیں کہ: 'طلاق مجھ پر لازم ہوگی، حرام مجھ پر لازم ہوگا، مجھ پر طلاق اور مجھ پر حرام' نیت نہ ہو پھر بھی عرف کی وجہ سے ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی.... بیوی کی طرف صریح اضافت نہ ہونے کے باوجود ان سے طلاق کو واقع قرار دینے سے قنیہ کی عبارت کی تائید ہوتی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اگر شوہر کہے کہ میرا مقصد اپنی بیوی کو طلاق دینا نہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کیوں کہ عرف میں اس سے طلاق مراد ہوتی ہے.... مصنف نے جو لفظ ذکر کیا ہے، وہ صریح اس وجہ سے ہے کہ عرف میں طلاق کے لیے اس کا استعمال بہت ہی عام ہے، لوگ اس کے علاوہ طلاق کا کوئی لفظ جانتے ہی نہیں ہیں، اور مردوں کے علاوہ کوئی اس کے ذریعہ حلف بھی نہیں اٹھاتا ہے، پہلے گزر چکا ہے کہ صریح وہ ہے جس کا عرف میں زیادہ استعمال طلاق کے لیے ہوتا ہو، چاہے جس زبان کا بھی ہو۔''

www.banuri.edu.pk

پانچویں صورت:

اگر معنوی اضافت موجود ہے، مثلاً شوہر اپنی بیوی سے مخاطب ہے، مگر وہ صاف لفظوں میں طلاق کی نسبت بیوی کی طرف نہیں کرتا ہے، نہ ہی اس کے الفاظ کسی ایسے سوال کے جواب میں ہیں جس میں اس کی بیوی کی طرف اضافت موجود ہے اور وہ طلاق کے کوئی ایسے کلمات بھی استعمال نہیں کرتا جن سے اس کے عرف میں طلاق دینے کا رواج ہے تو پھر معنوی قرائن وشواہد کو زیرِ غور لایا جائے گا، اگر کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے غالب قیاس یہ بنتا ہو کہ شوہر کی مراد اپنی بیوی کو طلاق دینا ہے تو طلاق کے وقوع کا حکم کیا جائے گا، البتہ اگر شوہر کا بیان یہ ہو کہ اس کا ارادہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا نہ تھا تو اس سے حلف لیا جائے گا، کیونکہ قرینے کی وجہ سے اگرچہ وقوعِ طلاق کا احتمال قوی ہوجاتا ہے، مگر یقینی نہیں ہوتا اور اس کے کلام میں بہرحال طلاق کے علاوہ کی گنجائش موجود ہوتی ہے اور جب اس کا کلام محتمل ہے تو وہ رعایت کا بھی مستحق ہے، تاہم قرینے کی اور مضبوط قرینے کی موجودگی سے چونکہ اس کے موقف کے برخلاف وقوع کا ذہن بنتا ہے، اس لیے جس قدر رجحان دار احتمال ہے اس کی تردید کے لیے دلیل بھی اسی قدر مضبوط ہونی چاہیے، اس لیے حلفیہ اس کے بیان کا اعتبار کیا جائے گا اور کوئی وجہ نہیں کہ حلف کے باوجود اسے سچا نہ سمجھا جائے۔ اگر غور کیا جائے تو حلف کی شرط طلاق کے اصولوں کے ہم آہنگ ہے، کیوں کہ کنایات میں بھی جب فیصلہ شوہر کے بیان پر ہوتا ہے تو اس سے حلف لیا جاتا ہے۔

”لا تخرجی إلا باذنی فإنی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع، لعدم ذکرہ حلفه بطلاقها، ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له ویؤیده ما ففی البحر،لو قال:امرأة طالق،أو قال:طلقت امرأة ثلاثاوقال:لم أعن امرأتی یصدق ویفهم منه أنه لو لم یقل ذالک تطلق امرأته لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها فقوله: إنی حلفت بالطلاق ینصرف إلیها مالم یرد غیرها لأنه یحتمله کلامه۔“(۱۳)

ترجمہ... شوہر نے بیوی سے کہا کہ ”میری اجازت کے بغیر باہر نہ جانا، کیوں کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے“ بیوی باہر نکل گئی تو طلاق نہ ہوگی، کیوں کہ شوہر نے یہ نہیں کہا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی ہے، اس کے کلام میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے بیوی کے علاوہ کسی اور کو طلاق دینے کی قسم کھائی ہو، اس احتمال کی وجہ سے خاوند کی بات قابلِ قبول ہوگی۔ اس کی تائید بحر کے جزیے سے بھی ہوتی ہے کہ اگر شوہر نے کہا کہ عورت کو طلاق ہے یا کہا کہ میں نے عورت کو تین طلاقیں دیں اور وضاحت یہ کی کہ میں نے اپنی بیوی مراد نہیں لی تھی تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر شوہر انکار کرے تو اس کی بیوی کو طلاق پڑ جائے گی، کیوں کہ عادت یہ ہے کہ جس کی بیوی ہو وہ کسی اور کی نہیں، بلکہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھاتا ہے۔ بہرحال اس کے یہ کہنے سے کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی

www.banuri.edu.pk

ہے، اس کی اپنی ہی بیوی مراد ہوگی جب تک وہ بیوی کے علاوہ کوئی بیان نہ کرے، کیوں کہ اس کے کلام میں بیوی کے علاوہ کوئی اور مراد لینے کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔

کفایت المفتی میں ہے:

''.... اگر زید قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ نہیں کہے تھے تو اس کے قول اور قسم کا اعتبار کرلیا جائے گا اور طلاق کا حکم نہیں دیا جائے گا۔'' (۱۴)

جواب: زید کے ان الفاظ (میں نے طلاق دی، اپنی والدہ سے مخاطب ہوکر اور پھر کہنا طلاق، طلاق، طلاق) میں جو سوال میں مذکور ہیں لفظ طلاق تو صریح ہے، لیکن اضافت الی الزوجہ صریح نہیں ہے، اس لیے اگر زید قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ نہیں کہے تھے تو اس کے قول اور قسم کا اعتبار کیا جائے گا اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ (۱۵)

سوال: ایک شخص کا اس کی بیوی کے بھائیوں کے ساتھ جھگڑا تھا اور جھگڑے کا سبب بیوی تھی، اس نے یہ الفاظ کہے ''مجھ پر تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہے'' اپنی بیوی کا نام یا اس کی طرف نسبت نہیں کی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جب بیوی کے حق میں یہ الفاظ ''مجھ پر تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہے'' کہہ دیے تو طلاق ہوگئی، اس لیے کہ طلاق بیوی کو ہی دی جاتی ہے، کسی اور کو نہیں دی جاتی، تاہم اگر شوہر قسم کھا کر کہہ دے کہ میری مراد بیوی نہیں تھی تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

... اگر شوہر کہے کہ میں نے طلاق نہیں دی اور لفظ یہ بیوی کے حق میں نہیں کہا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ (۱۶)

چھٹی صورت:

اگر شوہر کے کلام میں اضافت کا احتمال بہت خفیف ہو تو طلاق کا وقوع شوہر کے بیان پر موقوف ہوگا، اگر وہ خود ہی وضاحت کردے کہ اس کی مراد اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی تھی تو اقرار کے موافق وقوع طلاق کا حکم دیا جائے گا اور یہ تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب شوہر کا کلام لفظی اضافت سے تو خالی ہو، مگر کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے اغلب قیاس یہ بنتا ہو کہ شوہر کا مقصد اپنی بیوی تھا، لیکن اگر کوئی ایسا قرینہ بھی نہ ہو جو طلاق پر دلالت کرتا ہو تو طلاق کا وقوع شوہر کے بیان پر موقوف ہوگا، اگر وہ اضافت کا انکار کردے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر اقرار کرلے تو طلاق ہو جائے گی:

''سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية: ''بسه طلاق'' إن قال: عنيت امرأتي يقع، وإن لم يقل شيئا لايقع۔'' (۱۷)

''نشے والے سے اس کی بیوی بھاگ گئی، اس نے پیچھا کیا، مگر اسے پکڑ نہ سکا، تو اس نے فارسی میں کہا ''بسہ طلاق'' (تین طلاق کے ساتھ) تو اس صورت میں اگر وہ کہہ دے کہ میں

نے اپنی بیوی مراد لے کر کہا ہے تو طلاق ہوگئی اور اگر کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔‘‘

’’**فرت ولم یظفر بها فقال:’’سه طلاق‘‘،إن قال: أردت امرأتی یقع وإلا لا۔‘‘(۱۸)**

’’بیوی بھاگ گئی اور شوہر اسے پکڑ نہ سکا تو اس نے کہہ دیا ’’تین طلاق‘‘ اگر شوہر کہے کہ میں نے بیوی کے ارادے سے کہا ہے تو طلاق ہوگی، ورنہ نہیں۔‘‘

’’**لو قال:’’طالق‘‘،فقیل له:من عنیت؟ فقال:’’امرأتی‘‘،طلقت امرأته۔‘‘(۱۹)**

’’ایک شخص نے کہا:’’طلاق ہے۔‘‘اس سے پوچھا گیا تو نے کس کو کہا ہے؟ تو اس نے کہا: ’’اپنی بیوی کو‘‘،تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔‘‘

ان آخری دو صورتوں کا فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں طلاق واقع سمجھی جاتی ہے اور اگر شوہر انکار کرتا ہے تو اسے حلف اٹھانا پڑتا ہے اور دوسری صورت میں طلاق کا وقوع ہی شوہر کے اقرار اور اظہار پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر وہ کہہ دے کہ میرا ارادہ پنی بیوی کو طلاق دینے کا تھا تو طلاق کے وقوع کا حکم کیا جائے گا۔ لیکن وہ خود بیان نہ کرے تو اس سے حلف لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ گویا ایک میں وقوع اصل ہے اور عدم وقوع کے لیے حلف کی ضرورت ہے، جب کہ دوسری میں عدم وقوع اصل ہے اور وقوع کے لیے صرف شوہر کے بیان کی ضرورت ہے اور یہ فرق اس لیے ہے کہ ایک میں وقوع کا احتمال قوی ہوتا ہے اور دوسری میں ضعیف ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱:......امداد المفتین، کتاب الطلاق، رسالہ حکم الانصاف، ص:۵۰۸۔

۲:......مفتی ولی حسن، ۲۳ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ ماخوذ از رجسٹر:۱۰،ص:۱۴

۳:......امداد الفتاویٰ، ج:۲،ص:۴۲۷۔

۴:......فتاویٰ دار العلوم دیوبند، کتاب الطلاق، ۹/۱۳۴۔

۵:......فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ج:۹،ص:۱۲۹۔

۶:......ردالمحتار کتاب الطلاق، مطلب سن بوش یقع بہ الرجعی، ۳/۲۴۸، ط:سعید۔

۷:......ردالمحتار، ۳/۲۹۴، ط:سعید۔

۸:......ردالمحتار، کتاب الطلاق، ۳/۲۴۸۔

۹:......الفتاوی الھندیۃ، الفصل السابع، ج:۱،ص:۳۸۴۔

۱۰:......الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ، ۱/۳۸۴ ط:پشاور۔

۱۱:......الفتاوی الھندیۃ، ۱/۳۸۵ ط:پشاور۔

۱۲:......کتبہ (مفتی) ولی حسن، ۲۳ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ ماخوذ از رجسٹر:۱۰،ص:۱۴

۱۳:......ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ۳/۴۸، ط:سعید۔

۱۴:......کفایت المفتی، ج:۶،ص:۵۴، ط: دار الاشاعت۔

۱۵:......کفایت المفتی، کتاب الطلاق، ۸/۵۴ ط: دار الاشاعت۔

۱۶:......کفایت المفتی، ج:۱۲،ص:۲۷۴، مبوب ومرتب۔

۱۷:......الفتاوی الہندیہ، کتاب الطلاق، ج۱،ص:۳۸۲، ط: رشیدیۃ۔

۱۸:......ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ۳/۲۴۸، ط:سعید۔

۱۹:......ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج:۳،ص:۲۴۸، ط:سعید۔

(جاری ہے)

www.banuri.edu.pk